حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

علامہ اقبالؒ کا پیغام امت مسلمہ کے نام

شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری اور اپنے آفاقی کلام کے ذریعہ مسلم خوابیدہ کو بیدار کیا اور اس کو اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلائی۔ ان کی شاعری بامقصد شاعری تھی' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ اس عظیم نعمت کو ملت مسلمہ میں مؤمنانہ شان خودی حمیت اور حریت جیسی صفات عالیہ پیدا کرنے کے لئے استعمال کی۔ چنانچہ آج ان کا آفاقی کلام چاردانگ عالم میں گونج رہا ہے۔ اور دنیا کی تمام معتبر زبانوں میں اس کے تراجم کئے گئے ہیں۔ یہاں پر ہم آپ کی شاعری کی لفظی صناعی پر بحث نہیں کررہے بلکہ ان تعبیرات کے پیچھے جو مخفی پیغام آپ نے "امت مرحومہ" کو دیا ہے اس سے متعلق عرض کررہے ہیں۔

علامہ اقبال نے اس وقت اپنی شاعری کا آغاز کیا جب برصغیر میں فرنگی راج تھا اور انگریز سرکار کا پرچم ہر سو لہرا رہا تھا۔ اس کے برعکس نہ صرف برصغیر بلکہ تمام دنیا میں مسلمان اقتصادی' سیاسی وسماجی اور دیگر حیثیات میں ذلت و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرے ہوئے تھے' اسی دوران آپ کی مسحور کن شاعری نے امت مسلمہ کو اپنا کھویا ہوا مقام یاد دلایا۔ ع مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہے

ان کا سینہ عشق رسول اللہ ﷺ سے مملو تھا اور امت مسلمہ اور ملت اسلامی کی زبوں حالی پر آپ کڑھتے تھے۔ اسی لئے مسلمانوں کی بیداری کے لئے شاعری کا جو پیرایہ اختیار کیا وہ ایک لافانی انداز ہے' ان کی شاعری محض لفاظی اور خوبصورت تراکیب کی صنعت گری نہیں تھی' نہ وہ شاعری برائے شاعری کے قائل تھے بلکہ انہوں نے ایک عظیم مقصد کو سامنے رکھ کر شاعری کی' جس میں آپ نے مسلمانوں کو اپنی ملت دین و مذہب اور اپنے اسلاف کے نام کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ مربوط ہونے کا درس دیا ہے۔ آپ کا فلسفہ آفاقی ہے' اور اسی آفاقیت نے آپ کو نہ صرف مسلمانوں اور عالم اسلام میں مقبول بنایا' بلکہ تمام دنیا میں آپ کو جو احترام حاصل ہے' وہ بہت کم حضرات کے حصہ میں آیا ہے۔

وہ امت کے سامنے اپنا درد دل پیش کررہے ہیں اس لئے وہ اس بات پر شکوہ کناں ہیں کہ لوگوں نے مجھے صرف ایک شاعر کی حیثیت سے پہچانا۔ اور میں ان کو جو آفاقی پیغام دینا چاہتا ہوں وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

من اے میر امم داد از تو خواہم مرا یاراں غزلخوانے شمردند

اے میرے آقا میں حضور کی خدمت میں یہ فریاد لے کر آیا ہوں کہ میری قوم نے مجھے محض ایک شاعر سمجھا (کسی نے آپ سے تاریخ وفات لکھنے کی فرمائش کی تھی تو اس پر یہ شعر پڑھا)

وہ امت کو عشق رسول ﷺ سے سرشار دیکھنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے جو نسخہ کیمیاء قوم کے سامنے پیش کیا ہے، جو کہ عشق رسولؐ ہے اور اسی جذبہ سے معمور ہو کر تبلیغ اسلام کے لئے نکل پڑیں تو اس کے بہترین نتائج برآمد ہوں گے، چنانچہ شمع اور شاعر جو کہ آپ کی شہرہ آفاق کتاب بانگ درا میں جذب وکیف اور ذوق وشوق میں ڈوبی ہوئی طویل نظم ہے اس میں انہوں نے ان خیالات کا اظہار کس حسین پیرائے میں کیا ہے۔ پڑھیے اور کیف ومستی کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ زنی کیجئے

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں باد بہار — نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
آ ملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک — بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہوجائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز — اس چمن میں ہر کلی درد آشنا ہوجائیگی
دیکھ لو گے سطوت رفتار دریا کا مآل — موج مضطر ہی اسے زنجیر پا ہوجائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود — پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہوجائے گی
نالہ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور — خون گل چیں سے کلی رنگیں قبا ہوجائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آسکتا نہیں — محو حیرت ہوں کہ دینا کیا سے کیا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے — یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

علامہ کی یہ مکمل نظم اپنی صوری اور معنوی حیثیت سے لاجواب نظم ہے اس کا لفظ لفظ دردِ دل میں ڈوبا ہوا ہے اس وجہ سے تو علامہ دوسری غزل میں فرماتے ہیں۔

مرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

امت کی زبوں حالی اور ذلت وخواری پر پیش خدائے عزوجل یوں شکوہ سنج اور نالہ ریز ہیں۔

شبے پیش خدا بگریستم زار — مسلمانان چرا زار ند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم — دلے دارند و محبوبے ندارد

ایک رات میں اللہ کے حضور گڑگڑا کر رویا اور استفسار کیا کہ (دنیا میں) مسلمان کیوں ذلیل وخوار ہیں تو غیب سے آواز آئی کہ تجھے معلوم نہیں کہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ اس کے سینے میں تو دل موجود ہے لیکن افسوس کہ محبوب نہیں رکھتے۔

آپ نے پہلے اپنی شاعری کے لئے فارسی زبان کا انتخاب کیا' چنانچہ "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۵ء میں اور "پیام مشرق" ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئیں۔ یہ کتابیں چونکہ فارسی زبان میں ہیں اور مشکل بھی ہیں۔ اسی لئے جب آپ کی شہرہ آفاق کتاب "بانگ درا" ۱۹۲۴ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر آئی تو لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کو وہ پذیرائی حاصل ہوئی جو کسی دوسری کتاب کے حصہ میں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے اور اس کی بدولت اقبال کا نام برصغیر کے طول وعرض میں مشہور ہوگیا۔

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے کیونکہ شاعری کے ساتھ ساتھ آپ کے خیالات بھی ارتقائی مراحل سے گزرتے تھے' ابتدائی دور سے لے کر ۱۹۰۵ء تک آپ پر نیشنلزم اور وطن پروری کا جذبہ غالب تھا' اس میں آپ کی کچھ نظمیں اسی جذبہ کی عکاس ہیں۔ مثلاً آپ کی پہلی نظم "ہمالہ" اور اس کے ساتھ صدائے درد تصویر درد آفتاب نیا شوالہ ترانہ ہندی وغیرہ۔

بانگ درا کے دوسرے حصے میں وہ نظمیں اور غزلیں شامل ہیں جو انہوں نے قیام یورپ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء کے دوران لکھیں۔ زمانہ قیام یورپ میں ان کی شاعری میں ایک خوش آئند اور عظیم انقلاب پیدا ہوگیا' وہاں انہوں نے مغربی تہذیب وتمدن کا بغور مطالعہ کیا اور آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ نظریہ قومیت اور وطنیت بنی آدم کے حق میں مفید نہیں اور اسی طرح اس دوران آپ نے اسلامی اصول اور اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا اور پھر اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا کی نجات اسلامی اصول زندگی کے تبلیغ واشاعت میں مضمر ہے۔ اور اسی کے ساتھ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ وہ اپنی شاعری کو اسلامی اصولوں کی تبلیغ کے لئے وقف کردیں گے تو قدرتی طور پر ان کی شاعری میں "پیام" کا رنگ غالب ہوگیا جو کہ ۱۹۰۸ء سے لے کر آخری عمر تک آپ کی ہر تصنیف اور ہر نظم میں نظر آتا ہے۔ اور اپنے اس آفاقی "پیام" کی عالمگیریت اور ہمہ گیریت کا ادراک کرتے ہوئے انہوں نے فارسی زبان کا انتخاب کیا کیونکہ یہ زبان ایران' افغانستان' ترکستان اور عراق وغیرہ اسلامی ممالک میں بولی یا سمجھی جاتی ہے' گویا انہوں نے اپنی زندگی کے باقی ماندہ تیس سال اسی پیام کی وضاحت میں صرف کئے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ آپ کا عشق عقیدت اور وارفتگی آپ کے ہر بن مو سے ٹپکتا ہے۔ اور یے جاننا ہوگا کہ اگر آپکی شاعری سے عشق رسول کا عنصر نکالا جائے تو پھر کچھ نہیں بچے گا' مسلمانان عالم میں جذبہ عشق رسولؐ اجاگر کرنے کے لئے آپ نے ایسے اشعار کہے اور ایسی نظمیں لکھیں جس سے دل کی دنیا لرز اٹھتی ہے اور عشق کی اہمیت اس کے درد اور اس کی سوزش پر آپ کے یہ اشعار کس قدر وجد آفریں ہیں۔

عشق دل مصطفیٰ عشق دم جبرئیل
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق فقیر حرم عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

''پیام عشق'' کے یہ اشعار:

سن اے طلبگار درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہوجا
میں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہوجا
وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہوجا
یہ ہند کے فتنہ ساز اقبال آزری کررہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہ حجاز ہوجا

''درد عشق کے عنوان سے معنون نظم کے مطلب کے متعلق جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی رقمطراز ہیں اس دلکش نظم میں اقبال نے عشق سے خطاب کیا ہے اور اس خطاب کے پردہ میں اس کی فضیلت اہمیت واضح کی' یہ نظم اسی اعتبار سے بہت اہم ہے اور ہماری خاص توجہ کی مستحق ہے کہ اس میں ہمیں ان تصورات کے ابتدائی نقوش ملتے ہیں' جس پر آگے چل کر اقبال نے اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھی' یہ تصور انہوں نے بانگِ درا میں پیش کیا' دراصل یہ وہ تخم ہے جو' ارمغان حجاز'' میں ایک تناور درخت بن گیا۔

بہرحال آپ کے آفاقی پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں اور عالم اسلام میں اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے عشق رسالت مآب اور خودی وملی غیرت کا جذبہ پیدا ہوجائے۔تاکہ ان کی عظمت رفتہ بحال ہو۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کردے